قسط ۱

ابو تمام حبیب طائی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب دیوان الحماسہ

(ترجمہ:- خالد کمال مبارکپوری دائرہ ملیہ مبارکپور اعظم گڈھ)

ابو تمام کا دیوان حماسہ عربی شعراء کا مشہور و معروف ماخذ ہے اور عربی شاعری کا ایک عمدہ مجموعہ ہے جس میں اسلامی شعراء کے عمدہ عمدہ اشعار بھی ہیں اور زمانہ جاہلیت کے فصیح و بلیغ شاعروں کا کلام بھی، یہ دیوان عربی پڑھنے لکھنے والوں کے لئے ایک مقوی غذاء ہے۔

ان پسندیدہ اور منتخبہ اشعار کو عربی کے ایک عظیم مشہور شاعر" ابو تمام حبیب بن اوس طائی" ۱۹۰ھ تا ۲۳۱ھ نے جمع کیا ہے جو تیسری صدی ہجری کا مشہور شاعر شمار کیا جاتا ہے۔ ان اشعار کو ابو تمام نے کئی باب میں منقسم کیا ہے اور اس کے پہلے باب کا نام "باب الحماسہ" رکھا جس کی وجہ سے اس دیوان کا نام "حماسہ" پڑ گیا حالانکہ ابو تمام نے اس کا نام " الاختیارات من شعر الشعراء" رکھا تھا؛ اس دیوان کو اس نے دس ابواب پر مرتب کیا ہے " الحماسہ والمراثی والادب، والتشبیب والھجاء والاضافات والسیر والملح و من مذا النساء "۔ چونکہ حماسہ و شجاعہ عرب کی صفت اولی ہے اس لئے اس کو پہلا باب قرار دیا جو آگے چل کر اس دیوان کے نام پر بھی غالب آگیا اور دنیا میں دیوان حماسہ کے نام سے مشہور ہو گیا اور ابو تمام صاحب حماسہ کے نام سے پکارے جانے لگے، یہ دیوان دنیا میں اسقدر مقبول ہوا، اور ابو تمام کو اس قدر اونچا مقام ملا اور دنیا میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ شاعر وہی ہے جس کے کلام کو ابو تمام پسند کر لے۔

ابو تمام کے بعد بہتیرے ادباء اور شعراء نے اس کے نقش قدم پر چل کر حماسے لکھے اور اس موضوع پر تصنیفی و تالیفی کام کیا لیکن ان میں سے کسی کو ابو تمام کے دیوان حماسہ کی عشر عشیر شہرت بھی نہ مل سکی، ان میں چند حماسوں کے نام یہ ہیں:—

(۱) دیوان حماسہ:- اسکے مصنف کا نام ابو عبادہ ولید بن عبید البحتری ہے، یہ کتاب بیروت میں چھپ چکی ہے۔

(۲) دیوان حماسہ:- اس کا مصنف ابو ہلال عسکری ہے۔

(۳) دیوان حماسہ:- اس کا مصنف شنتمری متوفی ۴۷۶ھ ہے

(۴) دیوان حماسہ:- اسے ابو عثمان سعید اور ابو بکر محمد دونوں بھائیوں نے مل کر تصنیف کیا یہ دونوں سیف الدولہ ہمدانی کے درباری شاعر تھے، یہ دیوان تشبیہ اور نظائر کے اعتبار سے ممتاز ہے، اس کا ایک نسخہ مصری کتب خانہ میں موجود ہے۔

(۵) دیوان حماسہ:- یہ دیوان مختارات کے نام سے مشہور ہے، اس کا مصنف ابو السعادات ہبۃ اللہ بن علی سجری علوی متوفی ۵۴۲ھ ہے یہ دیوان کسی زمانہ میں چھپ چکا ہے۔

(۶) دیوان حماسہ:- یہ دیوان علی بن حسن شمیم حلی متوفی ۶۰۱ھ کا ہے۔

(۷) دیوان حماسہ:- ابو الحجاج یوسف بن محمد اندلسی بیاسی متوفی ۶۵۳ھ کا ہے یہ دیوان دو بڑی جلدوں میں ہے اس کا

کچھ حصہ کتب خانہ غوث میں موجود ہے۔

(۸) دیوان الحماسۃ البصریہ:۔ صدرالدین علی بن ابوالفرج مقتول ۶۵۹ھ کا یہ دیوان کتب خانہ مصر میں موجود ہے

ابوتمام ۱۹۰ھ میں دمشق کے ایک دیہات جاسم میں پیدا ہوا، اور بچپن ہی میں مصر منتقل ہوگیا اور وہیں تربیت پائی، لوگوں کی محنت مزدوری کرتا اور جامع عمرو میں پانی بھرتا تھا اور اسی مسجد میں رہتا تھا، چونکہ بچپن ہی سے علم کی طرف مائل تھا اس لئے علماء و ادباء کی مجلسوں میں حاضر ہوتا دیوان حماسہ کے علاوہ اور بھی بہت سے عمدہ عمدہ اشعار یاد تھے جن کی روایت کرتا تھا اپنی قوت حافظہ ہی کے سہارے چودہ ہزار جزیہ اشعار قصائد وغیرہ کے علاوہ سناتا تھا حماسہ کے علاوہ بھی اس کی ایک تصنیف ہے جس کا نام اس نے "فحول الشعراء" رکھا ہے جس میں بہت سے اسلامی، جاہلی، مخضرمی شعراء کے اشعار نقل کئے گئے ہیں "اختیارات من شعر الشعراء" بھی اس کی بڑی معرکۃ الآراء کتاب ہے جس کی تدوین و تالیف میں اس نے بڑی مشقت برداشت کی، اس کے بعض حصوں کو اس نے دیوان حماسہ میں شامل کر دیا ہے، اس کی ان تصانیف، جودت طبع، اور ذوق سلیم نے اسے حقیقی شاعر بنا دیا۔

بچپن ہی سے اس کے لئے میدان صاف تھا اور تمام انتظامات مکمل تھے۔ چونکہ ایک شاعر ہونے کی حیثیت سے اس کے اندر وہ تمام چیزیں بدرجۂ اتم موجود تھیں جو ایک شاعر کے لئے ضروری ہیں اس لئے وہ بہت جلد ادبی دنیا میں مشہور ہوگیا، اور لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ مولدین میں ابونواس کے بعد دو ہی شاعر چمکے، حبیب (ابوتمام) اور بحتری، کہا جاتا ہے کہ ان دونوں نے تقریباً پانچسو مشہور و معروف شعراء کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ دعبل باوجود اپنی کبرسنی اور شہرت کے ابوتمام کے سامنے کچھ نہیں کہتا تھا۔

ابوتمام نے اپنے شاگرد ابوعبادہ بحتری کو ایک نصیحت کی تھی جس سے اس کے ادبی ذوق اور سوجھ بوجھ کا پتہ چلتا ہے:۔

"تم اپنے اوقات کو خوشی خوشی گذارو اور رنج و غم کو اپنے پاس مت پھٹکنے دو، تصنیف و تالیف اور کسی چیز کو یاد کرنے کے لئے سحر کا وقت متعین کر لو کیونکہ اس وقت نفس کو چین و سکون ہوتا ہے اور وہ سو کر اپنی تھکاوٹ دور کر چکا ہوتا ہے، اگر تمہیں غزل لکھنا ہو تو ہلکے پھلکے اور سبک الفاظ لاؤ، جن کے معنی لطیف ہوں اور اس میں عشق و محبت کا ذکر زیادہ کیا کرو، اسی طرح درد، دکھ، شوق زیارت، اور فراق کے مضامین زیادہ باندھا کرو، اور جب تم کبھی کسی ذی حیثیت شخص کی تعریف کرو تو اس کے مناقب اور سربلندی کے واقعات اور اس کے عزو شرف کے کارناموں کو دل کھول کر سراہو، اور غیر ضروری مضامین سے ہمیشہ پرہیز کیا کرو، اپنے اشعار میں گندے الفاظ ہرگز نہ لانا، تم اپنے آپ کو ایک درزی شمار کرو جو جسم کی مساحت کے اعتبار سے کپڑا اسی کر اس پر فٹ کرتا ہے، اور جب تمہارا موڈ ختم ہو جائے اور طبیعت بے کیف ہونے لگے تو کام ختم کر دو، یاد رکھو کام ہمیشہ طبیعت کے منشا اور امنگ کے موافق کیا کرو، اپنے خیالات کو عمدہ سے عمدہ پیرایہ میں نظم کیا کرو، اس لئے یہ خیالات بڑے قیمتی ہوتے ہیں، اپنے اشعار کا موازنہ قدیم شعراء کے اشعار سے کر لیا کرو جسے انہوں نے پسند کیا اسے تم بھی پسند کرو، اور اسے جگہ دو، اور جس چیز کو انہوں نے چھوڑ دیا ہو تم بھی اسے خیرباد کہہ دو"

ابوتمام ان تینوں شعراء میں پہلا شاعر ہے جس کا تذکرہ

دنیائے شعروادب میں جاری وساری ہے یعنی پہلا مرتبہ ابوتمام کا ہے، دوسرا بحتری کا اور تیسرا متنبی کا، ابوتمام کے نسب کے متعلق مشہور یہی ہے کہ وہ عربی ہے اور بنی طے سے ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ ۱۹۰ھ میں دمشق کے ایک دیہات جاسم میں (جو دمشق سے آٹھ میل دور واقع ہے) پیدا ہوا تھا۔

نوٹ (کتاب الاغانی کے ایک مطبوعہ نسخہ میں ہے کہ جاسم منبج کے قریب ایک دیہات ہے جو طائی کا مولد ہے یہ لکھنے والوں کی غلطی ہے ورنہ منبج کے دیہات میں پیدا ہونے والا طائی ابوتمام نہیں بلکہ بحتری طائی ہے، جس دیہات میں بحتری پیدا ہوا تھا اس کا نام حردفنہ ہے اور اس کے درمیان اور جاسم کے درمیان کافی فاصلہ ہے)۔

بچپن ہی میں اسے مصر منتقل کر دیا گیا جہاں اس نے بڑی توہین آمیز زندگی گذاری، کچھ دنوں بعد وہ جامع عمرو میں پانی بھرنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں دن رات کے قیام اور علماء وادباء، محدثین اور فقیہوں کی مجالس نے اسے علم وادب کا شیدا بنا دیا لہذا اس نے عربی پڑھنی شروع کی، اور اشعار عرب اس کثرت سے حفظ کئے کہ اُن کا شمار مشکل ہے، مشہور ہے کہ چودہ ہزار محض رجز یہ اشعار اسے یاد تھے اور قصائد وغیرہ جو یاد تھے وہ ان کے علاوہ ہیں جب علم وادب میں ماہر ہوگیا اور اس کی شہرت دُور دُور تک پھیل گئی تو اس نے محسوس کیا کہ مصر اسکی صلاحیتوں کو کماحقہ اُجاگر نہیں کر سکتا اور مصر میں رہ کر اسے ناموری کا زیادہ موقع نہیں مل سکتا، تو اس نے مصر سے شام کی طرف مراجعت کی اور وہاں ایک مدت دراز تک قیام کیا اور امراء ورؤساء کی مدح سرائی کر کے جب اسکی شاعری کا شہرہ پورے جزیرے میں ہوگیا تو عراق کے ذی اقتدار حضرات نے اُسے عراق آنے کی دعوت دی، اس نے اُن کی دعوت قبول کی اور عازم عراق ہوا، وہاں پہونچکر خلیفہ معتصم باللہ کے دربار میں جگہ حاصل کی اور اُس کا درباری شاعر ہوگیا، اور خلیفہ کے وزیر محمد بن عبدالملک الزیات، اور حسن بن وہب رئیس عراق اور محمد بن حمید طوسی طائی سپہ سالار کے ہاں بھی اچھا خاصا مقام حاصل کر لیا تھا اِسکے علاوہ حکومت کے بڑے بڑے عاملوں کے پاس بھی دورہ کر کر کے پہونچتا تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن طاہر سے ملنے کے لئے خراسان گیا اور ابودلف عجلی سے کرج، اور آرمینیہ میں ملاقات کی اور اُن کی دل کھول کر مدح کی، جس کے صلہ میں انہوں نے بڑے بڑے انعامات و اکرامات دیئے اور اُسے بڑے بڑے عہدوں پر مامور کرنے کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ حسن بن وہب نے معتصم کے زمانہ میں اُسے دیوان رسائل کا صدر مقرر کیا، اور موصل میں ڈاک کا معزز عہدہ سپرد کیا۔ جہاں اس نے ۲ دو سال سے کچھ کم قیام کیا، اور ۲۳۱ھ میں وہیں اسکی وفات بھی ہوئی اور وہیں دفن کیا گیا۔ اس کے جنازے میں بڑے بڑے رؤساء اور صاحب قدر ومنزلت شریک ہوئے۔

ابوتمام گندم گوں رنگ کا ایک طویل القامت اللسان تھا۔ اس کے کلام بڑے فصیح وبلیغ ہوا کرتے تھے۔ البتہ اُسکو سمجھانے کا مادہ کچھ کم تھا، بڑا حاضر جواب اور حاضر دماغ شخص تھا، اس کے ہمعصروں میں اس کے پایہ کے بہت کم حضرات ملیں گے۔

ایک مرتبہ احمد بن معتصم کی شان میں ایک قصیدہ پڑھ رہا تھا، جب اِس شعر پر پہونچا:۔

اقدام عمرو فی سماحۃ حاتم
فی حلم احنف فی ذکاء ایاس

تو عرب کے مشہور ومعروف فلسفی یعقوب کندی نے کہا،

امیراس سے کہیں بالا وبرتر ہے، ابوتمام نے فوراً ہی
راستہ بدل دیا، اور کہا ؎

لا تنکروا ضربی لہ من دونہ
مثلاً شروداً فی الندی والباس
فاللہ قد ضرب الاقل لنورہ
مثلاً من المشکوۃ والنبراس

اور جب اسکے ہاتھ سے وہ رقعہ لیا گیا جس میں قصیدہ
لکھا ہوا تھا تو یہ دونوں اشعار اُس میں کہیں نظر نہ آئے
لوگوں کو ابوتمام کی بدیہہ گوئی سے بڑا تعجب ہوا، اور
اُنہوں نے بڑی تعریف کی۔

آپ ایسے ہی عبداللہ بن طاہر کے پاس جب خراسان
پہونچا، اور اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا جس کا پہلا
شعر یہ ہے:۔ ؎

اھن عوادی یوسف وصواحبہ

تو عبداللہ بن طاہر کے درباری شاعر ابوالعمیثل نے
تیور بدل کر کہا:۔

لم لا تقول ما یفھم "وہ سمجھ میں آنے والی باتیں کیوں
نہیں کہتے ہو؟"

* * *

یہ سُنکر ابوتمام نے اُسی وقت جواب دیا:۔

لم لا تفھم ما یقال:۔ "جو کہا جاتا ہے، اُسے
کیوں نہیں سمجھتے ہو؟"

* * *

اِس جواب کو بھی حاضرین نے بہت پسند کیا۔

ابوتمام محض ایک ادیب ہی نہیں تھا بلکہ محدث بھی تھا،
چنانچہ تیسرے طبقہ کے محدثین میں اس کا شمار ہوتا ہے۔
متاخرین اور متقدمین دونوں کے معانی ومطالب سے خوب واقف
تھا، اِس کے زمانے تک قدیم یونان وفارس، روم وایران،
اور ہند وسندھ کے علوم وفنون ترجمہ ہوکر عربی میں منتقل
ہوچکے تھے، ابوتمام نے اُن میں بھی بڑی دلچسپی لی، اور
اس نے ایک بڑا کارنامہ یہ کیا کہ ان علوم عقلیہ کے طریقۂ
استدلال اور اشتمال وحکم کو آسان سے آسان تر بنا دیا،
اگرچہ بعض بعض مقامات سخت ہیں۔

ابوتمام پر علوم عقلیہ اور حکمت و فلسفہ کا اس قدر غلبہ تھا
کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ ابوتمام اور متنبی یہ دونوں حکیم
اور فلسفی ہیں اور بحتری شاعر ہے، یہ تینوں فن شاعری کے
امام شمار کئے جاتے ہیں اور ہر ہر زمانہ میں ان کے اشعار
کو لوگ استشہاد اور دلیل میں پیش کرتے ہیں، اُن کی شروح
لکھتے ہیں، ان پر تنقید وتبصرہ کرتے ہیں۔

ابوتمام نے یہ شہرت چالیس برس کی مدت میں حاصل کی
تھی، اگر وہ اور زیادہ دنوں تک زندہ رہتا تو خدا جانے شہرت
کے کس مرتبہ پر جا پہونچتا۔

ابوتمام نے شعر کے ہر ہر اصناف واقسام میں نہ محض
شعر کہے ہیں بلکہ اُن میں ماہرانہ رنگ بھی پیدا کیا ہے، مرثیہ میں
تو یہ اپنی مثال آپ تھا، اس کا سب سے مشہور مرثیہ وہ ہے
جسے اس نے محمد بن حمید طوسی طائی کی وفات کے بعد لکھا ہے
تیسری صدی ہجری کے مشہور شاعر یہ تھے، ابوتمام
بحتری، ابن الرومی، ابن المعتز اور ان سب کا امام ابوتمام تھا
اور تجدید شعری میں شعراء کا مانا ہوا ہیرو تھا۔

ابوتمام اور ابن رومی دونوں اسلامی ثقافت کے متعلق
زیادہ غور وفکر کیا کرتے تھے اور ان مضامین کو اپنے اشعار
میں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے، اِس کے
باوجود ابوتمام اپنے تمام اشعار کو فنی اعتبار سے مکمل اور ناقابلِ
گرفت بنانے کی کوشش کرتا تھا لہذا وہ عمدہ عمدہ الفاظ
اور دقیق معانی لاتا تھا اور اُن کو فصاحت و بلاغت کے
رنگ میں رنگ دیتا تھا جسے تیسری صدی ہجری کے اہلِ
ذوق بے حد پسند کرتے تھے۔ ابن رومی کے اشعار میں فن شعر
کا خاص لحاظ نہیں ہے بلکہ وہ دقیق معانی کے لئے عام
الفاظ بھی استعمال کیا کرتا تھا، اور اس کے اشعار میں
فصاحت و بلاغت کے وہ اعجاز مفقود ہیں جو ابوتمام کے

اشعار میں پائے جاتے ہیں، ابو عبادہ بحتری اوسط درجہ کے خیالات کو اوسط درجہ کے الفاظ میں ادا کرتا ہے اور اپنے طرز و اسلوب کو خوب واضح کرتا ہے، وہ اپنے اشعار میں صنعت اور فن کا لحاظ کرتا ہے لیکن الفاظ عام طور پر وہی استعمال کرتا ہے جو عربی ذوقِ سلیم کے مطابق ہوتے ہیں اس کے اشعار اس حیثیت سے قابلِ توجہ ہیں۔

ابن المعتز نے اپنے اشعار میں بڑی شدت کے ساتھ فنی قواعد کا لحاظ کیا ہے اور صنعت وجدت سے اشعار کو لبریز کر دیا ہے، جس کے لئے اس نے بڑی چھان بین کی ہے اسکے باوجود اس کے خیالات بھی بڑے اونچے ہیں، اپنے افکار و مطالعات کو اس نے عقلی طریقے سے اپنے اشعار میں بڑی خوبی کے ساتھ ادا کیا ہے جسے ابو تمام کے نظریہ، اور مکتبِ خیال کا عکس کہا جا سکتا ہے۔

ابو تمام ایک جدت پسند شاعر تھا، اس کے ہمعصر شعراء کے اشعار اس کے سامنے ہیچ تھے، اپنی نظموں میں جدید معنی، دقیق الفاظ پیش کرنا اس کا امتیازی نشان تھا، روانیِ طبع، دقتِ الفاظ و معانی اور جدت اسلوب کا حامل تھا، مشکل سے مشکل مضامین کو اس خوبی سے ادا کرتا تھا کہ دوسرے شعراء ششدر رہ جاتے تھے۔ وہ اپنے اشعار کے اندر تکلفات سے کام لیتا تھا لیکن اس کی فطرت ان تکلفات پر غالب تھی۔

ابو تمام ایک مخصوص جدید طرز و اسلوب کا حامل تھا۔ جو اسکے اشعار کی جان ہوا کرتا تھا اور جسے بعد کے آنیوالے شعراء میں سے کوئی اپنا نہ سکا، صنعت و جدت اور خوش اسلوبی میں یہ تمام شعراء سے بڑھا ہوا تھا، اپنے قصائد کی ابتداء میں وہ ایسے چیدہ چیدہ اشعار لاتا تھا جو اعجازِ شاعری کے نمونے اور فنی اعتبار سے شاعری کی جان ہوا کرتے تھے، اس کا قصیدہ (منی انت عن دھلیۃ الحی ذھل) صنعت وجدت سے لبریز نظر آتا ہے۔

اس قصیدہ میں اس نے طرح طرح کے بدائع کوٹ کوٹ کر بھر دئے ہیں، اس کے اشعار دوسرے شعراء کے اشعار سے بالکل الگ اور جدا نظر آتے ہیں اور ان کے درمیان ایک خلیج حائل ہے جو دونوں کو ملنے نہیں دیتی، کیونکہ ابو تمام کے اشعار میں جو جاذبیت، الفاظ کی ترتیب، معانی کی دقت، خداداد ذہانت اور اس کے خیالات میں حکیمانہ و فلسفیانہ الفاظ و استدلال نظر آتے ہیں وہ دوسرے شعراء کے کلام میں مفقود نظر آتے ہیں۔

بعض حضرات کے قول کی بناء پر ابو تمام اپنے زمانہ کے شعراء میں کوئی خاص مقام نہیں رکھتا تھا اسلئے کہ اسکے اشعار میں نہ قومی زندگی کی جھلک نظر آتی ہے اور نہ اس زمانہ کی کوئی قومی و ملی سرگرمی نظر آتی ہے اور نہ ابو العلاء کی طرح اپنے ضمیر کی ترجمانی کر سکتا تھا اور نہ اس کی طرح علی الاعلان حقانیت کا اظہار کر سکتا تھا، اگر اس کے اندر یہ باتیں ہوتیں تو وہ یقیناً اپنے زمانہ کا امام فن ہوتا۔

ابو تمام کی یہ خصوصیت منفرد نظر آتی ہے کہ جب تک وہ اپنے اشعار میں خیالات کو مقید نہ کر لیتا اسے عملی جامہ نہ پہناتا تھا ابو تمام اور بحتری دونوں نے اپنے زمانہ کے پانچسو شعراء کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا جو اچھے خاصے شاعر شمار کئے جاتے تھے۔ اس کے شاگردوں کی تعداد بہت ہے، جن میں قابل ذکر بحتری اور ابن رومی ہیں۔ ابن المعتز نے اس کے زمانے کو نہیں پایا، البتہ اس کے دیوان و اشعار اور شاعری کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔